ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 2, (April to June 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-II)urdu-37

ماخذ تحقیقی مجلہ

OPEN ACCESS

CC BY NC

اللہ رکھا حسنی

اسکالر ایم فل اردو، شعبہ اردو و اقبالیات، اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور۔

رضوانہ بی بی

اسکالر پی ایچ ڈی اردو ، سرحد یونیورسٹی ف سائنس اینڈ ٹیکنالوجی پشاور۔

ڈاکٹر محمد زاہد عمر

لیکچرر اردو، پنجاب کالج، راول پنڈی۔

"شہر خالی، کوچہ خالی (کرونا وبا کے شب و روز۔۔۔ایک ناول)" کا تجزیاتی مطالعہ

Allah Rakha Hasni
Scholar M.Phil,Department of Urdu and Iqbaliyaat The Islamia university of Bahawalpur.
Rizwana Bibi
Scholar PhD Urdu, Sarhad University of Science and Technology Peshawar.
Dr Muhammad Zahid Umar*
Lecturer Urdu,Punjab College Rawalpindi.
***Corresponding Author:** zahidumar75@gmail.com

Shehar Khali Koocha Khali (A novel during Corona Virus) Analytical Review

International epidemic outbreak has affected the creative unity of writers .A lot of fictional and non fictional work has been done in the context of pandemic days and nights .Gabriel Marquez ,Albert camus,Saleem shehzad,Atzal Murad and many others have made a complete picture of the destroyed and dispersed society that is facing destruction and desperation .Absence of a direct interaction of mankind is a the greatest flaw of pandemic era.Special issues of magazines and journals like as 'Goshwara' and 'Almi Jaiza' are exemplary works that have been done in the form of a research document .Post –Corona literature is being written till now after the

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 2, (April to June 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-II)urdu-37

ماخذ تحقیقی مجلہ

great shocks of pandemic impact. Although more literature is in the form of poetry yet there is also many prose-based writings in regional and national language. Mustansar Husain Tarar is a popular author who has written many travelogues and on other genres of literature.'SHEHER KHALI, KOCHA KHALI' is a novel that is woven in the context of COVID-19 .It depicts the human nature and anthropological behavior in the pandemic era. It highlights the intrinsic dispersion, extrinsic complexities of human life and its effects on the whole human society. It portrays the variance and evolution of collectivity among humans and as whole, epidemic-formed social interaction of mankind.

Key Words: *Covid-19, Novel, Humans, Epidemic, Social, Sheher Khali Kocha Khali, Nature, Dipersion, Society.*

موجودہ عالمی وبانے ادبی منظر نامے پر یاسیت، تنہائی اور محرومی سے لبریز تخلیقی نفسیات پیدا کی ہے۔اس اجتماعی انسانی تجربے کے رد عمل کے طور پر "کرونائی ادب" یا "وبائی ادب" تخلیق پانے لگا۔انسانوں کے درمیان مکالمے کی معدومیت اور معاشرتی تعامل کی عدم موجودگی کی حد تک تحدید نے مختلف نفسیاتی رویوں اور تخلیقی زاویوں کو جنم دیا ہے۔سماجی منظر نامے کی تبدیلی کے سبب لفظ اور معنی کے رشتے بھی تجدید اور تعمیر کے عمل سے از سر نو گزر تے ہیں جس طرح سے نئے معیارات اور نظریات انسانی تاریخ کے سابقہ اجتماعی فکری ورثے اور قومی حافظے کو "لمحہ موجود" کی روشنی میں دیکھتے ہیں۔اسی طرح سے موجودہ وبائی ادب جب تخلیق ہونے لگا تو سابقہ وباؤں اور بلاؤں کے زمانے میں تخلیق ہونے والے ادب کا از سر نو جائزہ لیا گیا اور موجودہ صورت حال سے مطابقت و مشابہت کی وجہ سے موضوع سخن بنایا گیا جس میں ڈپٹی نذیر احمد کا 'توبتہ النصوح'، راجندر سنگھ بیدی کی کہانی 'قرنطینہ' البرٹ کامیو کا 'دی پلیگ" مارکیز کے دوناول 'تنہائی کے سو سال، 'وبا کے دنوں میں محبت' سر فہرست ہیں۔سرائیکی زبان کے لکھاری سلیم شہزاد کا 'گھان'، ڈاکٹر حسن منظر کا 'وبا' ایسے چند ناول ہیں جو ایک بار پھر کرونا کی نسبت سے زباں زد عام ٹھہرے۔بین الاقوامی ادب پر نظر دوڑائی جائے تو تراجم کے علاوہ طحہ حسین کی 'الایام'، محمد جمال کی 'ڈریمز آف ریسر یکشن'، احمد خالد توفیق کا 'اباوٹ دی برڈز وی ٹاک'، ڈین کونٹز کا 'دی آئز آف ڈارک نیس'، اسماعیل مہاننا کا 'ہیلیو سن'، فیوڈر دوستو فسکی کا 'جرم و سزا، نجیب محفوظ کا 'دی ہرافش' اور لنگ ما کا 'سیورنس، ثنا منیر اور طحہ کہر کی ادارت میں شائع ہونے والا افسانوی مجموعہ 'دی سٹینڈ گلاس ونڈو' جس میں نوید شہزاد، عامر حسین، رومانہ حسین، عفت سعید، نگہت داد، عطیہ داؤد ،طحہ کہر، ثناء منیر، فرح ضیا۔ ہما شیخ، علونہ یوسف، کلثوم بانو، نتا شا جپا نوالہ، ضوفین ابراہیم، ندا عثمان چوہدری، سفینہ

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 2, (April to June 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-II)urdu-37

ماخذ تحقیقی مجلہ

دانش الٰہی، عائشہ امت الرشید، مہین ہمایوں، اویس خان، محمد شیراز دستی، کی کہانیاں شامل ہیں جنکی تعداد چھبیس ہے۔'، فورٹین ڈیز مور' جسے حمزہ حسن شیخ نے لکھا ہے جیسے ناول قابل ذکر ہیں۔

اس مختصر مقالے میں اتنی گنجائش نہیں کہ تفصیلی طور پر وبا کے ایام میں تخلیق کیے گئے ادب کا تفصیلی جائزہ لیا جائے۔ بہت سارا شعری سرمایہ، صحافتی ادب اور سوشل میڈیا کے ذریعے پیش کیا گیا متنوع اور ہمہ جہت کا کرونائی مواد موجود ہے جس پر مفصل تحقیقی مقالہ جات لکھے جاسکتے ہیں۔ تاہم زیر نظر مقالے میں من حیث الجموع کرونائی ادب پر ایک طائرانہ نگاہ ڈالی گئی ہے۔ اس مقالے کا بنیادی مقصد وبائی سیاق وسباق میں لکھے گئے مستنصر حسین تارڑ کے ناول 'شہر خالی، کوچہ خالی' کا تجزیاتی مطالعہ ہے تاہم ضمنی طور پر بلا واسطہ یا بالواسطہ طور پر متعلقات کے زمرے میں آنے والے پہلوؤں کو بھی حیطہ تحریر میں لانے کی کوشش کی گئی ہے۔

دور حاضر کو ڈیجیٹل ایج کہا جاتا ہے اب وہ زمانہ نہیں رہا جب ۱۹۱۸ کی وبا پر ادیبوں نے محض صفحہ قرطاس کو سیاہ کیا بلکہ اکیسویں صدی کو تو کتابوں کے دور کا خاتمہ تک کہا گیا ہے جہاں برقی کتب بآسانی میسر ہیں اور فیس بک جیسے تیز ترین اور سہل ترین ذرائع علم موجود ہیں جو ہزاروں صفحات مختلف علوم کے لیے مختص کیے ہوئے ہیں۔ مختلف ویب پیجز اور فورم اپنی تمام تر سہولتوں اور ذرائع کے ساتھ مصروف عمل ہیں۔ انہی سہولیات کو بروئے کار لاتے ہوئے مواد کے حصول کو ممکن بنایا گیا ہے۔ بنیادی ماخذات میں ناول 'شہر خالی، کوچہ خالی' ادبی جریدے 'دنیازاد' کا وبا نمبر، 'عالمی جائزہ کا 'عالمی وبا نمبر، گوشوارہ کا 'قرنطینہ ایڈیشن'، حسن منظر کا ناول 'وبا' شامل ہیں جبکہ ثانوی ماخذات کے لیے اگر ڈیجیٹل میڈیم کی بات کی جائے تو خیال نامہ، ہم سب، انڈپنڈنٹ اردو، مکالمہ، ادب سرائے، سخن ور، آوازہ، کارواں جیسے ویب پیجز اور ویب گاہوں سے رجوع کیا گیا ہے۔ ان کے ساتھ ساتھ مختلف اخبارات کے ادبی صفحات، سنڈے میگزین کے فیچرز، ادبی رسائل و جرائد اور فیس بک پر موجود مختلف تحریریں ہیں۔

ادب اور سماج کا رشتہ باہمی طور پر مسلسل ارتقاء کی منازل طے کرتے ہوئے قایم و دائم ہے۔ تاریخ کے بدلتے ادوار اور سماجی ضروریات و بشری مقتضیات کے تحت ادبی منظر نامے کی فکریات و اسلوبیات تبدیل ہوتی رہی ہیں۔ ادیب معاشرے کا حساس ترین فرد ہوتا ہے جس کے جذبات و احساسات وسیع پیمانے پر اپنے اثرات مرتسم کرتے ہیں۔ ثقافتی گھٹن، معاشی جبر، معاشرتی الجھاؤ، عدم تحفظ ذات، بے یقینی، خوف تنہائی اور اندیشہ مرگ جیسے عناصر نے انسان کو ہمیشہ داخلی اور خارجی طور پر متاثر کیا ہے جسکی جذباتی سطح پر تطہیر، ادب میں شعر و نثر کی صورت میں

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 2, (April to June 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-II)urdu-37

ماخذ تحقیقی مجلہ

ہوتی رہی ہے۔ جب بھی انسانیت کسی اجتماعی قدرتی، وبائی یا حادثاتی واقعے سے دوچار ہوئی ہے تو اس کے رد عمل کے طور پر مختلف اور متنوع فکری، علمی، سیاسی، سماجی، نفسیاتی اور سائنسی رویوں کا مظاہرہ کیا گیا۔ اے رحمان لکھتے ہیں:

> "انسان پر جب بھی کوئی بڑی آفت، وبا یا جنگ نازل ہوئی ہے تو اسکے اختتام پر بہت کچھ یکسر بدل جاتا ہے جیسے یہی تبدیلی کوئی قانون قدرت ہو۔ اور شاید ہے بھی۔ سب سے بڑی تبدیلی آتی ہے اس آفت سے بچ کر زندہ باقی رہ جانے والے انسانوں کی نفسیات، طرز فکر اور ان کے سماجی رویوں میں"(۱)

کورونا کی آمد ایک عالمی حادثے سے کم نہ تھی جس نے انسان کو انسان سے ڈرنے پر مجبور کر دیا۔ ادبی فضا اس دوران مکمل طور پر کرونائی تخلیقیت کی ترجمان رہی۔ آصف فرخی (مرحوم) نے اپنے ادبی جریدے 'دنیازاد' کا وبا نمبر شائع کیا جس میں ان کے دو مضامین گبرئیل گارشیا مارکیز اور موراکامی کے حوالے سے خاصے اہم ہیں۔ انکا روزنامچہ کرونائی رد عمل کی حامل پہلی تخلیق ہے جس نے ادب کا رخ وبا کی طرف موڑ دیا۔ تنویر انجم، انعام ندیم اور دانیال شیرازی کے تراجم نے شمارے کی افادیت اور عصری معنویت کو اجاگر کیا ہے۔ سلمان ثروت کی 'قرنطینہ'، زندگی اور میں' اور 'شہر' جیسی نظمیں موضوع کے ساتھ مطابقت رکھنے کی وجہ سے لائق صد تحسین ہیں۔ ندیم اقبال نے گوئیکیلو ایم-ٹیوریس کے روزنامچے کا ترجمہ بعنوان 'وبا کے دنوں کا روزنامچہ' کیا ہے۔ منیب الرحمن، کشور ناہید، ڈاکٹر فاطمہ حسن اور عشرت آفرین کی تخلیقات بھی مشمولات میں اپنے حصے کی شمع روشن کیے ہوئے ہیں۔ مجموعی طور پر تین سو چھتیس صفحات پر مشتمل یہ گلدستہ وبائی ادب پر ایک دستاویز کی حیثیت رکھتا ہے۔

بھارت سے آئی اے رحمان نے اپنے ادبی رسالے 'عالمی جائزہ' کا "عالمی وبا نمبر" شائع کیا جو چار سو پچانوے صفحات پر مشتمل ہے جس میں پیش لفظ کے علاوہ ایک سو چوبیس مشمولات ہیں جن میں نظمیں اور افسانے موجود ہیں۔ شکیل رشید نے اسکے حوالے سے سوشل میڈیا پر ایک تفصیلی جائزہ بھی لکھا۔ پیش کردہ تفصیل اسی جائزے سے ماخوذ ہے۔ لکھنے والوں میں نور الحسنین، پروفیسر خواجہ محمد اکرام الدین، پروفیسر ابن کنول، پروفیسر اسلم جمشید پوری، شہزاد انجم، پروفیسر وہاج الدین علوی، پروفیسر علی احمد فاطمی، عمیر منظر، رحمن عباس، احمد جاوید، مالک اشتر، محمد علیم اسماعیل، خالد جاوید اور پروفیسر انیس اشفاق جیسے لوگ شامل ہیں۔ پہلا مضمون 'وبائی دور میں ادیبوں کی ذمہ داریاں' ڈاکٹر شیخ عقیل احمد کا ہے۔ جس میں ادیبوں کو وبائی صورت حال کے دوران انکے منصب کے تقاضے بتائے گئے ہیں۔۔ پروفیسر عتیق اللہ کا مضمون "کووڈ-۱۹ کا حاصل جام جہاں نما" ہے جس میں کرونائی صورت

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 2, (April to June 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-II)urdu-37

ماخذ تحقیقی مجلہ

حال کا تجزیہ مسلم دشمنی اور مسلم کشی کے تناظر میں کیا گیا ہے۔ ادریس احمد نے اپنے مضمون "کرونا سے زیادہ طاقتور" میں انسانی بے حسی اور بے مروتی کو پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ ڈاکٹر شائستہ خان نے اپنے مضمون "کورونا (کووڈ-۱۹)" میں ملکی افراتفری اور بے چینی کو کرونا کے اثرات کے ساتھ جوڑا ہے۔ محققین کے لیے یہ شمارہ تحقیقی ماخذ کے اعتبار سے خاصے کی چیز ہے۔

سید نصرت بخاری کے ادبی رسالے "ذوق" نے بھی کرونا کے شب و روز کو اپنی ادبی تخلیقات میں جگہ دی۔ ایک سو ساٹھ صفحات پر مشتمل یہ شمارہ اپریل ۲۰۲۱ میں 'وبا نمبر' کے عنوان سے شائع ہوا۔ جس میں مشتاق عاجز اور خالد مصطفی کی منظومات، پروفیسر نثار احمد کا افسانہ 'قرنطینہ سنٹرز، پروفیسر شوکت محمود کا آتشی شیشہ، ڈاکٹر عائشہ فرحین کا لاک ڈاؤن، زندہ باد اور ڈاکٹر ریاض توحیدی کا افسانہ قدرت کا لاک ڈاؤن شامل ہیں۔ مائکرو فکشن کی بات کی جائے تو محمد اکمل فاروق اور منور پاشا ساحل تماپوری کے نام قابل ذکر ہیں۔ ڈاکٹر محمد شعیب خان نے ایک ڈراما بعنوان 'فاصلے کا فاصلہ' لکھا۔ اے رحمان نے 'فیڈ آؤٹ' کے عنوان سے انشائیہ لکھا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ مضامین کی فہرست پر نظر دوڑائی جائے تو اے رحمان کا مضمون 'کورونا کے بعد کی دنیا'، آغا جہانگیر بخاری کا 'حج ۲۰۲۰، اور کورونا خدشات اور وبائی تاریخ، سید عارف سعید بخاری کا 'کورونا وائرس کی حقیقیت'، وسیم سجاد کا 'ووہان، کورونا اور میں'، ڈاکٹر ذوالفقار دانش کا 'کرونا: پاکستانی شعراء کی نظر میں'، ڈاکٹر صالحہ صدیقی کا 'کرونا وائرس اور شاعرانہ مصوری'، مشتاق احمد نوری کا 'زمیں کھا گئی آسماں کیسے کیسے'، کوثر جمال کا 'کرونا شیمنگ' اور سید نصرت بخاری کا مضمون 'کرونا وائرس' شامل ہیں۔ روداد کے عنوان کے تحت شہزاد حسین، علی ارمان، علی اکبر ناطق، پروفیسر محمد سلیم ہاشمی اور پروفیسر محمد زکریا کے اسمائے گرامی سامنے آتے ہیں۔ تاثرات میں محمد حمید شاہد، شہناز شازی اور منور حسن کی تحریریں شامل ہیں۔

مختلف اخبارات نے اپنے ہفت روزہ ادبی صفحات کو کرونائی ادب سے مزین کیا۔ کالم نگاری اور فیچر نگاری نے بھی اپنا روئے سخن کرونائی صورت حال کی طرف موڑ دیا۔ مختلف یوٹیوب چینلز اور ٹی وی سیریز (سخن ٹی وی) وبائی حالات کے نتیجے میں تشکیل پانے والی نفسیات کو پیش کرنے لگے۔ البتہ یہ ایک خوش آئند اور حوصلہ افزا اقدام رہا کہ زوم لنک کے ذریعے آن لائن ادبی پروگرام نشر کیے گئے جن میں کورونا کے دوران شائع ہونے ادب پر ہی گفتگو نہیں کی گئی بلکہ وباؤں کی تاریخ اور سابقہ ادوار میں لکھے گئے وبائی ادب کو بھی موجودہ تناظر میں از سر نو دیکھنے کی کوشش کی گئی۔ انڈس کلچر فورم، کراچی انٹرنیشنل کانفرنس، لاہور فیسٹیول اور دیگر مقامی فیسٹیولز کا آن لائن ایڈیشن

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 2, (April to June 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-II)urdu-37

ماخذ تحقیقی مجلہ

جاری کیا گیا۔ بھارت میں ہونے والی عالمی کانفرس غیر معمولی اہمیت کی حامل رہی۔ جس میں مفصل طور پر وبائی صورت حال اور ادب کو موضوع بحث بنایا گیا۔ ڈاکٹر یونس کی ادارت میں شائع ہونے والے ادبی صفحے پر ڈاکٹر اسحاق وردگ نے اپنے مضمون "کرونا کے بعد اردو کے تازہ شعری رجحان پر ایک نظر" میں لکھا ہے:

> "وبا کے دنوں شاعری تیزی سے سوشل میڈیا سے ہوتی ہوئی عام آدمی کی ذات سے صحافت تک اظہار کے سبھی اسالیب، اخباری کالم، فیچرز اور الیکٹرانک میڈیا کے ادارے بھی کرونا کی صورت حال کی عکاسی کے لیے اس نئے شعری رجحان کی زد میں ہیں۔ وبائے عام سے پیدا ہونے والے خوف و خدشات اور رجائیت کے احساسات شعر و ادب کا حصہ بن رہے ہیں۔ سماج کی اکائیاں گھروں میں محصور ہیں"(۲)

ریختہ پر 'سوشل ڈیسٹینسنگ شاعری' کو اپلوڈ کر دیا گیا۔ 'جیو ہزارہ' اور 'ادب رنگ' جیسے صفحات نے نے برابر اپنی سرگرمیوں کے تانے بانے کورونا سے جوڑے رکھے۔ روزنامہ جنگ، دنیا، ایکسپریس اور نوائے وقت نے بھی کرونائی صورت حال کا تجزیہ ہی پیش نہیں کیا بلکہ اپنے اپنے ادبی صفحات کو عصری احساس کی زبان دینے کے لیے وبا کے حصار میں آنے والے جذبات کی ترجمانی کی۔ لٹریری فورم آف نارتھ امریکہ نے اپنے ادبی میگزین گوشوارہ کا قرنطینہ ایڈیشن شائع کیا جس میں فیس بک پہ شائع ہونے والی شاعری کو یکجا کر دیا گیا۔

اگر موجودہ ادبی منظر نامے پر نظر دوڑائی جائے تو اردو کے علاوہ علاقائی زبانوں میں بھی وبائی ادب لکھا جا رہا ہے۔ جسکی تفصیل کے لیے نصرت زہرا کے مضمون "کورونا کی عالمی وبا کے دنوں میں پاکستان کی مادری زبانوں کا ادب سے استفادہ کیا گیا ہے۔

پشتو زبان کے شاعر رحمت شاہ سائل نے اپنی نظم 'کورونا کا سامنا'، سندھی کے شاعر سومرو نے اٹلی میں ہونے والی انسانی تباہی کے تناظر میں اپنی نظم 'سجیں گے وہی میلے میلان کے' اور سندھی زبان کے شاعر عزیز گوپانگ نے 'بچے کا خدا کو خط' جیسی نظمیں تخلیق کیں۔

اگر نثری سطح پر بات کی جائے تو سندھی میں رسول میمن کا ناول کتا اور اختر حفیظ کا کووڈ-۱۹ شائع ہوا۔ ابراہم کھرل کو دو کہانیاں اور عبد الواحد سومرو کا ناولٹ بھی شائع ہوا۔ اس کے علاوہ دریا خان، رزاق تھیو اور مظہر ابڑو کے افسانے بھی منصہ شہود پر آئے۔ عبد الرحمن پیرزادہ کی کتاب وبا کے دن بھی شائع ہو چکی ہے۔

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 2, (April to June 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-II)urdu-37

ماخذ تحقیقی مجلہ

پشتو زبان میں ڈاکٹر ہمدرد یوسفزئی کی دو کہانیاں وبااور کووڈ-۱۹ منظر عام پر آئیں۔ آیازاللہ ترکزئی کے افسانوں کی کتاب "قرنطین" جلد زیور طبع سے آراستہ ہونے جارہی ہے جس میں گیارہ افسانے شامل ہیں۔زاہد آفریدی نے ایک افسانہ 'کووڈ-۱۹ کے عنوان سے لکھاہے۔ڈاکٹر اسحاق وردگ نے اپنے مضمون "وبا کے دنوں میں دبستان پشاور کا تخلیقی بیانیہ ۔ایک تاثر ' میں استاد نشاط سرحدی،مشتاق شباب ،حماد حسن،اختر سیماب،عتیق الرحمان،میاں لطیف شاہ،کاکا خیل ڈاکٹر اظہار اللہ اور ڈاکٹر سید زگیر کے اسمائے گرامی کا ذکر کیاہے جنہوں نے شعری ادب کی شکل میں تنہائی کے احساس کو زبان دی ہے۔مائیکرو فکشن کو دیکھیں تو خالد سہیل ملک کی نگارشات سامنے آچکی ہیں جو وبائی صورت حال پر لکھی گئی ہیں۔پشاور کی کالم نگاری کے ضمن میں سعد اللہ جاں برق،مشتاق شباب ،ناصر علی سید،ڈاکٹر ہمایوں ہما،نیر سرحدی،خالد سہیل ملک، صبیح احمد،حماد حسن،روخان یوف زئے اور شین شوکت نے ادبی رنگ میں وبا کے بعد کا منظر نامہ پیش کیاہے۔اپنے مضمون کے اختتام پر ڈاکٹر وردگ نے لکھاہے:

> "مجموعی طور پر دیکھا جائے تو پشاور کے اہل قلم نے انسان دوستی کی آفاقی اقدار کو ذہنی ہم آہنگی،امن،خیر کے رنگ ملائے ہیں۔اور عالمی گاؤں کے تصور میں زندگی کے صحت مند رو یوں کا احساس دلایاہے"(۳)

براہوی زبان میں افضل مراد کے دو افسانے آخری آدمی اور نوٹوں کی گنتی شائع ہوئے ہیں جبکہ پنجابی زبان میں زاید حسین نے کورانٹائیں لکھی ہے اس کے علاوہ بابا نجمی اور ثروت حسین کی شاعری بھی سوشل میڈیا پر گونجتی رہی۔۔۔مستنصر حسین تارڑ ایک ناول نگار،سفر نامہ نگار،ٹی وی ہوسٹ اور اداکار کی حیثیت سے جانے جاتے ہیں۔جنکی تحریریں شستہ اسلوب اور سادہ بیانی کی وجہ سے مقبول ہیں۔انکے ہاں فطرتی نظارگیوں کے سامان پوری آب و تاب کے ساتھ موجود ہیں۔پرندے،پانی اور موت جیسی علامات ثلاثہ انکے ہاں غالب نظر آتی ہیں۔پشاور یونیورسٹی کی ایک طالبہ نے انکی حیات و خدمات پر تحقیقی مقالہ لکھاہے۔

جو انکے اسلوب کی وضاحت بخوبی کرتا ہے۔حالیہ وبائی ادب کے دور میں انہوں نے ذاتی احساسات و خیالات سے 'شہر خالی،کوچہ خالی' ناول تحریر کیاہے ۔ناول میں کوئی منظم کہانی نہیں ہے بلکہ چند چھوٹے چھوٹے واقعات کو حالات کے پس منظر کے ساتھ منسلک کرنے کی کوشش کی گئی ہے جسکا نفسیاتی اور بہ ظاہر یہی سبب نظر آتا ہے کہ مصنف تنہائی میں رہ کر اپنے جذبات اور احساسات کے ہاتھوں مجبور ہو کر فراغت کو تخلیقی بنانے کی کوشش کر رہاہے۔جو ایک طرف زندہ دلی،رجائیت پسندی کی علامت ہے تو دوسری طرف فنی سقم کی جلوہ نمائی کا سامان بھی۔

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 2, (April to June 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-II)urdu-37

ماخذ تحقیقی مجلہ

آغاز ہی سے ایک فاختہ کے استعارے میں انسانی تلاش برائے بحالی امن اور بقائے انسانیت کی جستجو کو پیش کیا گیا ہے۔ جسکی پرواز کا مقصد پانی کے لامتناہی نظر آنے والے جزیرے میں خشکی کی تلاش ہے۔ بیانیہ طرز کا یہ ناول ایک طرف مصنف کے اپنے تاثرات جو کہ وبائی صورت حال کے پیش نظر پیدا ہو گئے ہیں بیان کرتا ہے وہیں بڑھاپے کی نفسیات بھی جابجا بین السطور بکھری نظر آتی ہے۔ چند ضمنی مختصر کہانیوں کے تانے بانے سے بنا یہ ناول مستنصر حسین تارڑ نے انسان کو انسان سے ڈرتے دیکھ کر، رشتوں کے تقدس کی دوری کے ہاتھوں پامالی، بشریات و سماجیات کے تمام تر نظریات کے یکسر رد، سائنس دانوں کی بے چارگی، ماہرین تحفظ برائے صحت انسانی کی لاچارگی اور بین الاقوامی سطح پر انسانی فلاح بہبود کے لیے کام کرنے والی تنظیموں اور مجلسوں کی بے بسی، ہجوم میں خوف تنہائی، موت کے گہرے اور سیاہ بادل کو افق حیات پہ منڈلاتے دیکھ کر، انسانیت کی موت پر نوحہ کناں ہو کر اپنی ذہنی فضا اور قلبی کرب کو لفظوں کے قالب میں بیان کیا ہے۔

"شہر خالی کوچہ خالی" کے انتساب کے حوالے سے دلچسپ بات ہے کہ گوشوارہ کے قرنطینہ کا انتساب کورونا کے دوران شہید ہونے والوں کے نام ہے جبکہ علمی جائزے کے کتابی سلسلے 'عالمی وبا نمبر' کا انتساب بھی کورونا کے خالف جنگ میں شہید ہونے والے معالجین اور دیگر طبی کارکنان کے نام ہے۔ اسلوب سادہ اور تحریر شستہ ہے۔ علامتی اور استعاراتی زبان سے کام لیا گیا ہے جس میں پانی، وبا کی علامت، فاختہ، انسان کی علامت اور خشکی یا جائے قیام امید اور بحالی امن کی علامت ہے۔ باقاعدہ آغاز سورج کی موت کے قیاسی اور فرضی منظر سے کیا گیا ہے کہ اگر سورج پانیوں میں ڈوب کر مر گیا تو کیا چاند، تارے اسکی تدفین میں آئے تھے اور اگر آئے تھے تو بجھے بجھے یا جگمگ جگمگ کرتے، جھلملاتے ہوئے؟ جواب میں مستنصر حسین تارڑ لکھتے ہیں:

> "کیا بجھے ہوئے چاند نے اسکی قبر کھودی تھی اور اسے خود لحد میں لٹایا تھا، نہیں سورج کو دفن کرنے کے لیے کوئی بھی نہیں آیا ہو گا، ہر اک کو خدشہ ہو گا، اسکا بدن چاہے کتنا ہی سرد اور زرد ہو چکا ہو گا پھر بھی اس میں کچھ نہ کچھ حدت تو باقی ہو گی جو غسل دیتے وقت بھاپ کی صورت اختیار کرتی ہو گی پر اسے غسل بھی نہیں دیا گیا ہو گا، سب اس کے لاشے کو ہاتھ لگانے سے ڈرتے ہونگے کہ کہیں وبا کے وہ جرثومے جو موت کے بعد بھی اسکے ٹھنڈے پڑتے بدن میں کلبلاتے پھرتے ہیں ان کے بدنوں میں نہ منتقل ہو جائیں"(۴)

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 2, (April to June 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-II)urdu-37

ماخذ تحقیقی مجلہ

سورج کی موت اور پھر چاند و تاروں کے جھرمٹ کا جنازے میں آنا، چاند کا قبر کھودنا اور پانیوں کے جزیروں کا لامتناہی سلسلہ جس نے سورج کو بھی نگل لیا ہے جیسے علامتی عناصر کو استعمال کر کے مصنف نے فی الحقیقت دم توڑتی انسانیت کی تصویر کشی کی ہے جس میں "آدمی، آدمی سے ڈرتا ہے" کی حقیقت آشکار ہو کر سامنے آتی ہے۔ جب اجتماعی قبروں نے بھی اپنی آغوش میں مردہ انسانوں کے ہجوم کو دیکھ کر مٹی کی زبان میں مٹی کے بنے انسانوں کے نوحے پڑھے۔ بیسویں صدی میں استعماریت کے ثمرات اور پھر اکیسویں صدی کے مادہ پرستانہ انسانی رویوں نے قربتوں کو عہد رفتہ کی یادگار بنا دیا ہے۔ ایک ایسا مشینی معاشرہ جہاں مروت کو آلات نے پہلے ہی کچل دیا ہو، جہاں رشتوں کے بندھن کو بے معنی کہ دیا گیا ہو وہاں وبا کی آمد نے ایک اور انقلاب بپا کر دیا جسکے نتیجے میں فاصلوں نے تیز رفتاری کے ساتھ بیگانگی کا سفر چند ثانیوں کی مسافت میں سمیٹ لیا۔ اس صورت حال پر ماضی کی ابتر حالی سے موازنہ کرتے ہوئے محمد ناظم ندوی نے بڑا جامع تبصرہ کیا ہے:

> "لیکن یہ کورونا وائرس تاریخ انسانی کا ایسا کربناک واقعہ ہے، جس کی وجہ سے پوری دنیا کی لہریں تھم گئیں، ٹھہر گئیں، فضا سہم گئی، اور زندگی کی نبض کی رفتار رک گئی، انسانیت لاچار ہو گئی، اس کے عزائم و تخیلات پابند سلاسل ہو کر رہ گئے، معیشت اور صنعت پر بریک لگ گیا، ملکوں کی سرحدیں سیل ہو گئیں، پروازوں کا سلسلہ منقطع ہو گیا، تعلیم گاہوں اور عبادت گاہوں پر پابندی لگا دی گئی، حرمین شریفین، مسجد اقصی اور دنیا کی تمام مسجدیں نمازیوں کے لیے ترس گئیں، سلام و مصافحہ، گفتگو و ملاقات، غمگساری و خیر خواہی، اور ایک دوسرے کی عیادت و تعزیت سے محروم ہو گئے، فطرت کو چیلنج کرنے والے اس وائرس نے نظام زندگی کو بدل ڈالا، معاشرت کے اطوار و قدرریں بدل ڈالیں، زندگی میں ایسی کوفت، تلخی اور ذہنی کشمکش سے کبھی واسطہ نہیں پڑا"(5)

اجنبیت اور پرائے پن نے بے حسی کا سماں پیدا کر دیا۔ تنہائی ایک ایسا عنصر ہے جس نے مصنف کے قلم کو مہمیز لگائی ہے۔ لکھتے ہیں:

> "ایک انسان اگر اپنی نارمل روٹین میں اپنے کمرے کی تنہائی میں یونہی سستی کا مارا پڑا رہے، کسی کتاب میں مگن رہے یا کسی یاد میں مبتلا رہے اور سارا دن باہر نہ نکلے، بیٹھا رہے تو اسے اس تنہائی کا احساس تک نہیں ہوتا لیکن اگر ایک پابندی عائد ہو جائے، اسے منع کر دیا

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 2, (April to June 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-II)urdu-37

ماخذ تحقیقی مجلہ

جائے کہ آپ نے گھر سے باہر قدم نہیں رکھنا تو وہ ایک گہری ابتلا میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اسے محسوس ہوتا ہے کہ اس کے ہاتھ پاؤں جکڑ کر اسے ایک کال کوٹھڑی میں منتقل کر دیا ہے اور یہ قید تنہائی اس کے اعصاب پر اثر انداز ہونے لگتی ہے اور وہ دماغی طور پر کسی حد تک بہک جاتا ہے"(6)

قید تنہائی یا قرنطینہ، ضعیف العمری اور ایک ادیب ہونا ایسے عناصر ہیں جو مل کر مصنف کی انفرادی کیفیات کو بیان کی زبان دینے کی غرض سے لکھنے پر مجبور کرتے ہیں کیونکہ ادیب حساس ہوتا ہے جس طرح سے وہ جمالی کیفیات سے دوچار ہوتا ہے ویسے ہی اضطراب، انتشار اور کرب میں بھی مبتلائے مصیبت نظر آتا ہے۔ ڈاکٹر سلیم اختر لکھتے ہیں:

"لطیف احساسات کے حامل افراد اور شدت احساس کے حامل تخلیق کاروں میں جمالیاتی حس نسبتاً زیادہ قوی ہوتی ہے۔ یہی حس پہلے تخلیق کار کے شعور و وجدان کو حسن کے کسی روپ سے متاثر کرتی ہے اور پھر اسی کے زیر اثر وہ مائل تخلیق ہو کر ان کیفیات، (بلکہ زیادہ بہتر کیف) کو ایک خاص سانچہ میں ڈھال کر دنیا کے سامنے ایک فن پارہ کے روپ میں پیش کرتا ہے"(7)

اس عبارت میں ادیب کا جمال سے متاثر ہونا بیان ہوا ہے تو یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ ایک ادیب کیفیات کو ایک خاص سانچے میں ڈھالتا ہے خواہ یہ کیفیات مسرت و شادمانی کی ہوں خواہ یاس و حسرت کی۔ مہنگائی، بے روزگاری، مفلسی، کسمپرسی اور خوف جاں جیسے عناصر نے انسان کو مایوسی اور عدم تحفظ کی وادی پر خار میں دھکیل دیا۔ حتی کہ امیر و غریب کے فرق کو نمایاں کرنے والے عناصر پردہء غیب میں ستانے لگے۔ مصنف نے ایک مقام پر گھریلو ملازمہ کے اور اپنے کپڑے استری نہ ہونے پر آئینہ کے روبرو ہو کر اس حقیقت کو پایا کہ امیر و غریب برابر ہوتے ہیں جب پریشانی اور انتشار نے ذہنی سکون کو تباہ کر کے رکھ دیا ہو۔ کہیں کسی نمایاں کردار کا ذکر نہیں بلکہ یک طرفہ مکالمے، بیانیے اور خود کلامی کی تکنیک استعمال کی گئی ہے۔ ڈاکٹر نازیہ یونس لکھتی ہیں:

"یہ ناول بڑی حد تک مصنف کے اپنے تجربات، مشاہدات اور خیالات و احساسات پر مشتمل ہے۔ جب کہ کچھ حصہ تصوراتی اور خیالی ہے"(8)

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 2, (April to June 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-II)urdu-37

ماخذ تحقیقی مجلہ

مصنف داتا دربار پر موجود بھوکے کبوتروں کے منظر کو اس طور پر بیان کرتا ہے کہ بھوک سے چونچیں فرش پر مار مار کر طائر نازک نے اپنی منقار زخمی کر لی تھی اور جب ان کے سامنے دانے پھینکنے سے پہلے گرنے کا واقعہ پیش آیا تو کبوتروں نے فرش اور گرے ہوئے انسان میں تمیز کو روانہ رکھتے ہوئے اپنی بھوک مٹانے کے لیے اسکے ہاتھوں اور انگلیوں پر چونچیں مارتے ہوئے دانہ چگنے کی کوشش کی۔ جب مصنف کے بیٹے کو اس واقعے کا علم ہوتا ہے تو وہ اسے چھوئے جانے کے نقصانات پر ناصحانہ انداز میں آگاہی فراہم کرتا ہے۔ کیونکہ اپنوں کی جان کے جانے کا خوف شائد انسان کو اپنی جان سے بھی زیادہ لاحق ہوتا ہے۔ جیسے کہ نیو یارک ٹائمز میں David .P.Carrol نے اپنے دوست کی وفات پر حزنیہ جذبات سے لبریز اور مغموم فضا سے مملو نظم لکھی۔

We live in a scary world today
It's different than before
No more hugs kissing
Our happiness gone away
Like never before
The virus has taken our loved ones away
Families suffering
Like never before
The fear of unknown has arrived
The worry of what will happen
Tomorrow to you and me
Corona virus on our minds
Corona virus everywhere
Like never before

انسانی مصیبتوں اور بشری کمزوریوں کے اوقات میں انسان کی نفسیات کم ہمتی اور تھڑدلی کے سانچے میں ڈھل جاتی ہے۔ مایوسی اور حزن و ملال کے بادل انسانی رجائیت کو اپنی تاریک اور سیاہ فضا میں منتقل کر دیتے ہیں۔ مرزا غالب کی مرزا کے مختلف اشعار اور مکتوباتی اقتباسات نقل کر کے موجودہ دور کے حالات پر تبصرہ کرتے ہوئے محمود قریشی لکھتے ہیں:

> "کرونا عہد میں بھی لوگ صرف اس کے قلم کے سہارے ہی وصال کے مزے لے رہے تھے۔ فرق صرف اتنا تھا۔ کوسوں دور سوشل میڈیا، وٹس ایپ، فیس بک کے سہارے ہم نے ہجر میں وصال کے مزے لیے" (۹)

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 2, (April to June 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-II)urdu-37

ماخذ تحقیقی مجلہ

رسم و رواج کو معاشرے کے ارتقاء کی وراثت کہنا بے جا نہ ہو گا۔ موت ایک ابدی اور آفاقی حقیقت ہے۔ جب انسان اپنے ابتدائی ترین دور میں غاروں میں مقیم ہو کر پتے کو سامان خوراک کرتا تھا تب بھی انسانی موت کے موقعے پر اپنے رنج والم کے اظہار کی مختلف صورتیں اختیار کی جاتی تھیں۔ ساتھ ساتھ جسد بشریہ کے ساتھ خاص قسم کے مختلف تہذیبوں میں مختلف رویے رہے۔ کہیں اسے آتش کی نذر کر دیا گیا تو کہیں سمندر برد، کہیں ممی بنا کر محفوظ کر دیا گیا تو کہیں لحد کی آغوش میں رکھ دیا گیا بہر حال انسانی مردہ اجسام کے حوالے سے تہذیبی و ثقافتی خلافیات کے تناظر میں بہت سارے رسوم ورواج پائے جاتے ہیں۔

اکیسوں صدی کا یہ عجیب و غریب اور روایت شکن رویہ رہا کہ جہاں انسانوں کے درمیان "سماجی فاصلے" جیسی وبائی احتیاطی صورت حال وضع کی گئی وہاں یہ عجیب نامانوس الاستعمال اور نا آشنائے معمول انسانی "احتیاط" بھی ایجاد کر لی گئی کہ انسان کی موت کے بعد کوئی دوسرا انسان میت کو کندھا نہیں دے گا۔ کوئی کریا کرم نہیں کرے گا۔ کوئی جاتے ہوؤں کا آخری دیدار نہ کرے گا۔ کوئی عزیز جاں کی پیشانی پہ بکھرے بالوں کو ہٹا کر ممتا کے نقش ثبت نہیں کرے گا۔ کوئی ننھی انگلیوں کو پکڑ کر بچپنے کے گزرے سنہرے دن یاد نہیں کرے گا۔ کوئی لخت جگر کو سامنے پا کر بھی لپٹ نہ سکے گا۔ کوئی پدرانہ ریش سفید و سیاہ کو اپنی فرزندانہ تابع فرمانی کا لمس نہ دے سکے گا۔ گھر کے آنگن میں ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے کھیلتے ہم جولی ہاتھ ملانے سے کترانے لگے۔ انسانیت ایسے دوراہے پر آ کھڑی ہوئی جہاں ایک طرف رشتہ انسانیت تھا اور دوسری طرف وبا کا حصار جو شائد اتنا پھیل گیا تھا کہ حضرت انسان نے اس حصار سے نکلنے کی عجلت اور سرعت رفتاری میں رشتوں کو بہت پیچھے چھوڑ دیا تھا۔ مستنصر حسین تارڑ لکھتے ہیں:

> "وبا کی موت کے آداب طے کر دیے گئے ہیں۔ دو چار قریبی لوگ ہوں گے۔ وہ بھی قبرستان کی چار دیواری کے باہر کھڑے ہونگے، گورکن منہ پر ماسک چڑھائے اپنے آپ پر اور قبر پر سینی ٹائزر چھڑک کر اپنے اپکو دفن کر دینگے۔ "دادا کو آخری بار دیکھ لو" کی آواز نہیں آئیگی کہ بچوں کو ساتھ لانے کی ممانعت ہے۔ وہ سب شتابی سے گھر لوٹین گے، آپ کے کمرے کی ہر شے میں وبا کے جراثیم کلبلاتے ہیں اور ہوا میں کرونا کے وہ گیلے گولے جیسے کسی بلی نے انہیں اون کے گولے سمجھ کر نوچا ہو، تیرتے پھرتے ہیں۔ اس کمرے کو سپرد آتش بھی نہیں کیا جا سکتا یوں پورا گھر آگ کی لپیٹ میں آ جائے گا۔ چناں چہ کسی پرائیویٹ

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 2, (April to June 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-II)urdu-37

ماخذ تحقیقی مجلہ

ہسپتال کا ناتجربہ کار عملہ آئے گا اور کمرے میں جراثیم کش ادویات کا دریا بہا کر چلا جائے گا۔ دادا گئے "(۱۰)

ناگہانی موت اور جبری سوگ اپنی نفسیاتی فضا کے اعتبار سے قدرے مختلف ذہنی رویے کو جنم دیتا ہے۔ مصنف کے مذکورہ بالا اقتباس کے آخری الفاظ 'دادا گئے' اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ مصنف نے آپ بیتی بیان کی ہے جیسا کہ ناول کے دوسرے مقامات کو اس سے منسلک کر کے دیکھنے پر اور بھی واضح ہو جاتا ہے۔ مستنصر حسین تارڑ ایک عمر رسیدہ انسان ہیں اور اس عمر کے لوگوں کو کورونا کا زیادہ خطرہ ہونا ایسے چند محرکات ذہنیہ ہیں جو مصنف کو پیش آنے والے حسی تجربے کو بیان کرنے پر اکساتے ہیں۔ ہر ڈھکا چہرہ عیاں ہونے سے ڈرنے لگا۔ "سوشل ڈسٹینس " کے بورڈ آویزاں کیے گئے۔ فیس ماسک ،لاک ڈاون، سینی ٹائزر کا استعمال۔ کرونا ویکسین ،سیلف آئسولیشن، کمفرٹ زون جیسی لغات روز مرہ ترتیب پائیں۔ انسان " آن لائن " اپنے "ہونے " کو ثابت کرنے کی جستجو کرتا رہا۔ رشتے مرتے گئے، جذبات کچلے گئے، یادوں کے پھول تک مسلے گئے۔ "ڈیجیٹل ایج" کی "بیٹا جنریشن " جنم لے چکی ہے جس کا مستقبل " آن لائن " ہے۔ "زوم کلاسوں" میں تعلیم اور "وینٹی لیٹر " پر علاج ہونے لگا۔ کئی معالجین جان بچانے کی خاطر جان کھو بیٹھے، ایک انبار تھا انسانی لاشوں کا، ایک سماں تھا وحشت کا، ایک طویل دورانیہ تھا اجتماعی قبروں کی کھدائی کا جہاں انسانوں کو مشینوں کی مدد سے " پھینکا" گیا۔ خطا کے پتلے کو "ہاتھ ملانے کی خطا" کرنے پر جان سے ہاتھ دھو بیٹھنے کی نوید سنائی گئی۔

ایک طرف احتیاطی تدابیر اور انسانی ہمدردی کے نعرے اور دوسری طرف انسانوں کی منڈیاں بنا کر راج کرنے والے انٹرنیشنل اسٹیک ہولڈرز اور بزنس مین ملٹی نیشنل کمپنیوں سے ویکسینیں تیار کر کے منافع کمانے لگے۔ ان حالات میں ایک غریب کی آخری اور پہلی امید رحمت خداوندی ہی ہوتی ہے جو ان کے ارد گرد حفاظتی دیوار کی مانند ایک حصار بن جاتی ہے۔

ڈاکٹر حسن منظر لکھتے ہیں:

> "کچھ عورتیں جو برقع پہنے ہیں، اس وقت ایک وارڈ سے دوسرے وارڈ میں جا کر زیادہ بیمار بچوں اور بڑوں کے بیڈ کے برابر کھڑی ہو کر منہ ہی منہ میں دعائیں پڑھ کر ان پر پھونک رہی ہیں۔ ان کے ہاتھوں میں پنج سورے اور تسبیحاں ہیں۔ جتنی دیر وہ خاموش کھڑی دعا پڑھ

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 2, (April to June 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-II)urdu-37

ماخذ تحقیقی مجلہ

رہی ہوتی ہیں مریضوں کے تیمار دار خاص طور سے بچوں کی مائیں، ان کی طرف امید بھری نظروں سے دیکھتی رہتی ہیں، شاید ان کی دعا کی قبولیت ہو"(۱۱)

ناول " شہر خالی، کوچہ خالی " کی ضمنی کہانیوں میں مصنف نے ایک ہرن کے قصے کو اپنی کہانی میں جگہ دی ہے۔ کبھی وبا پر بنی فلموں اور کبھی وبا پر لکھے گئے ناولوں کا ذکر کیا ہے صفحہ نمبر ۱۶۹، ۱۶۳، ۱۶۲، ۱۰۳ اور ۱۷۰ پر مختلف ناولوں، فلموں اور کہانیوں کا ذکر ہے جن کا تعلق وبائی صورتحال سے ہے۔ صفحہ نمبر ۹۳ سے ۱۰۰ تک پرندے کی علامت میں ۱۲۲ سطروں پر مشتمل ایک بیانیے میں انسانی بے بسی، حضرت انسان کے بے جا غرور، گناہوں کے سبب خدائی گرفت اور مابعد الطبیعی نقطہ نظر سے جواز گرفت کو بیان کیا ہے۔ ٹی۔ وی سکرین پر گردش کرتے پروگرام اور داتا دربار پر بھوکے کبوتر اور لاچار انسانوں کی بے بسی کا بیان مصنف کی طبیعت کی جولانی کا مظہر ہیں۔

صفحہ نمبر ۱۲۷ پر ایچ۔ جی ویلز کے ناول 'وار آف دی ورلڈز' اور اس کے ساتھ ہی فلم 'اینڈ آف دی ورلڈ' کا تذکرہ موجود ہے۔ صفحہ نمبر ۱۲۸ سے صفحہ نمبر ۱۳۳ تک ہرنی سے باتیں ہیں۔ کہ انسانوں کی وجہ سے جانوروں کی بستیاں خالی کیونکر ہوئیں۔ پھر صفحہ نمبر ۱۳۴ سے صفحہ نمبر ۱۳۹ تک بات ایک کوے اور دیگر پرندوں کے علاوہ منڈیر کے گرد گھومتی ہے۔ اسی صفحہ پر ایک موٹر سائیکل والے کے ساتھ گویا کہ ایک مختصر وبائی سفر کا بیان ہے۔ صفحہ نمبر ۱۴۸ پر داتا دربار کے منظر بکھرے نظر آتے ہیں۔، صفحہ نمبر ۱۵۰ تک پوتے پوتیوں کی آمد، چہل پہل اور مصنف کو ہونے والی ہدایات کا اجمالی ذکر ہے۔ صفحہ نمبر ۱۵۵ تک پھر داتا دربار پر کبوتروں کہ کہانی اور ایک بیٹے کا اپنے باپ کو موت سے بچنے کی تدابیر بتانے کا منظر سامنے آتا ہے جہاں مصنف نے اپنے بڑھاپے کے بے بسی کی کیفیات کو جذباتی انداز میں پیش کیا ہے۔ صفحہ نمبر ۱۶۷ تک مصنف نے اپنی ادب سے وابستگی اور ناول 'دی پلیگ' کا ذکر کیا ہے۔ صفحہ نمبر ۱۷۲ تک وبا کے اثرات بیان کیے گئے ہیں کہ کس طرح برازیل تک اس کے اثرات پھیل ہو چکے ہیں۔ صفحہ نمبر ۱۸۰ پر یوگا کے فوائد اور صوفیانہ مراقبے اور ارتکاز کا تعلق تنہائی کے ساتھ جوڑ کر ناول کو وبائی ثابت کیا گیا ہے۔ صفحہ نمبر ۲۰۵ پر فاختہ کی اڑان کا ذکر ہے۔ صفحہ نمبر ۲۱۰ سے ۲۱۳ تک فاختہ کی اڑان ہی نظر آتی ہے اور پھر اس کے بعد بالآخر صفحہ نمبر ۲۱۶ تک یہ ناول اختتام پذیر ہو جاتا ہے۔

"فاختہ منڈیر پر بیٹھی تھی اور اسکی چونچ میں خشکی کی ایک نشانی تھی۔ فاختہ منڈیر پر بیٹھی مجھے دیکھے جا رہی تھی۔ اور میں فاختہ کو تکتا جاتا تھا"(۱۲)

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 2, (April to June 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-II)urdu-37

ماخذ تحقیقی مجلہ

اس دوران چند صفحات ایسے بھی نظر آتے ہیں جہاں مصنف نے صرف دو سطریں رقم کی ہیں صرف یہ بتانے کے لیے کہ آج انہوں نے ایک کبوتر کو سڑک پار کرتے دیکھا۔ یا ایک صفحے پر پھینکے گئے ماسک کا ذکر ہے۔ کہیں انکے قدموں میں آکر بیٹھنے والے کبوتر کی کہانی ہے۔ کہیں کہیں تو اکتاہٹ کا احساس آنکھیں ملتے ہوئے بیدار ہونے لگتا ہے۔ لیکن پھر اچانک ایک خیال آتا ہے کہ مستنصر حسین تارڑ بہت بڑے لکھاری ہیں اور طبیعت کو اطمینان اور قرائت کتاب کو جواز مل جاتا ہے۔

کسی عمل یا مشاہدے کو بار بار دہرانے سے وہ عمل پختگی کے درجے پر چلا جاتا ہے اور لاشعوری یا شعوری طور پر انسان کی فطرت اور مزاج کا حصہ بن جاتا ہے۔ وبا کے دنوں میں میل ملاپ اور نجی مجالس اپنی رونق کھو بیٹھیں کیونکہ بار بار گھروں میں رہیں اور محفوظ رہیں کی صدائے تنبیہ اور اعلان احتیاط نے اس درجہ تک انسان کو محتاط بنا دیا کہ ہلکی سی چھینک اور ذرا سی کھانسی پر اجتماع بدر کر کے زندان انفراد میں مقید کر دیا جاتا جہاں سوائے موت کے ڈر اور اندیشہ ءناگہاں کے کچھ نہ تھا۔ پھر یہ دوری اور اکیلے رہنے کی عادت اپنی نشو و نما کے لحاظ سے تناور درخت کی طرح ہو گئی کہ عام اور معمول کے حالات میں بھی 'سناٹے' کا ڈسا شخص 'رونق' سے بھی ڈرنے لگا۔ اسی صورت حال پر مستنصر حسین تارڑ نے لکھا ہے:

> "مجھے خدشہ ہے کہ اگر حالات پرانے وقتوں کی مانند معمول پر آ گئے۔ تو میں شائد انسانی رفاقت کے قابل نہیں رہوں گا۔ مجھے بھولتا جاتا ہے کہ دوستوں سے کیسے ملا جاتا ہے، ملاقات کا آغاز کس نوعیت کی گفتگو سے کیا جاتا ہے اور پھر ایک ڈھارس بندھتی ہے کہ وہ بھی تو اسی ذہنی کیفیت سے دوچار ہونگے۔ عین ممکن ہے کہ ہم دیر تک چپ بیٹھے رہیں اور پھر ایک دوسرے کی خاموش رفاقت سے اکتا کر پھر سے بخوشی اپنے کمرے کی تنہائی میں لوٹ جائیں۔ اپنے دروازے کے ہینڈل، ایشٹرے، میز، صوفے وغیرہ کی رفاقت میں پہنچ کر اطمینان کا سانس لیں اور ان سے باتیں کرنے لگیں"(۱۳)

تخلیقی عمل میں جذبات کی شدت سے یا کسی کی تخلیق سے متاثر ہونا فطری عمل ہے جس سے انکار کی کوئی گنجائش نہ ہے۔ پطرس بخاری کا مزاح میں، امتیاز علی تاج کا ڈرامے میں، اقبال کا شاعری میں اور عاصم بٹ کا افسانے میں متاثر ہونا اسکی چند مثالیں ہیں۔ اگر "شہر خالی، کوچہ خالی" ناول کو بنظر غائر دیکھا جائے تو اسکے اسلوب سے لے کر لفظیات کے سانچے تک کی مشابہت ان لکھے گئے مختلف وبائی روزنامچوں اور ڈائریوں سے ہے جو گنگیلو ایم ٹیورس

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 2, (April to June 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-II)urdu-37

ماخذ تحقیقی مجلہ

، آصف فرخی اور مسعود اشعر جیسے لوگوں نے لکھے۔ راقم کا موقف یہ ہے کہ وبا کے دنوں میں لکھے گئے ادب میں شعری بیانیے کے ساتھ ساتھ موجودہ جو تحاریر سامنے آئی ہیں وہ عمومی مزاج کے اعتبار سے تغلیبا اپنے اندر یکسانیت اور مماثلت رکھتی ہیں۔ جہاں انسانوں کی موت، خود الزامی، یاسیت اور وحشت کو پیش کیا گیا ہے۔ 'شہر خالی، کوچہ خالی' کے مصنف کے سفر ناموں میں بھی مغربی ادیبوں کی نقالی کا الزام ہے۔ ان کے سفر ناموں پر تبصرہ کرتے ہوئے ذوالفقار علی لکھتے ہیں:

> "مستنصر بنیادی طور پر ناول نگار کا مزاج لے کر پیدا ہوئے ہیں۔ اگر چہ اس معاملے میں ان پر مغربی ناول نگاروں کی تخلیقات سے استفادے کے اعتراض موجود ہیں"[۱۴]

مستنصر حسین کا تخلیقی مزاج انہیں ایک جگہ رکنے نہیں دیتا بلکہ وہ ایک خاص مزاج میں چیزوں کو دیکھ کر اپنے میلان طبعی کے تحت کہیں اسے افسانوی رنگ دیتے ہیں اور کہیں ناول لکھتے ہوئے سفر نامہ نگاری شروع کر دیتے ہیں۔ سفر نامہ لکھتے ہوئے آپ بیتی اور معاشقہ نگاری کرنے لگ جاتے ہیں۔ تاہم یہ بات جہاں ایک عیب ہے وہاں تخلیقیت کی ہمہ جہت ارتقائی صورت حال کی ترجمان بھی ہے۔

عہد حاضر کی صنعتی اور سائنسی ترقی کے باوجود انسان کتنا بے بس ہے کہ ایک وائرس نے عالمی سطح پر انسانی ذہنی اطمینان اور قلبی سکون کو درہم برہم کر دیا اور سائنس انگشت بدنداں کھڑی رہ گئی اور ہائڈروجن بم کرونا کو نہ مار سکا جس نے لاکھوں انسانوں کو پلک جھپکنے میں موت کی نیند سلا دیا۔ اسی حقیقی بیانیے کو مصنف نے قلمی چابکدستی سے پیش کیا ہے۔ جنگی جہاز دور مار میزائل، آبدوزیں ایئر کرافٹ کیریر جیسے الفاظ کا استعمال جدید لسانی تشکیل کا آئینہ دار ہے۔ مصنف نے ان الفاظ کے استعمال کر کے عصری لہجے کی روح کو برقرار رکھا ہے۔ مستنصر حسین تارڑ نے لکھا ہے:

> "ان کی نفسیات میں تبدیلیاں رونما ہو رہی ہیں تو کرونا کے دنوں میں جبکہ ہم اپنے دوستوں اور قریبی رشتہ داروں سے بھی کٹ چکے ہیں تو یہ نظریہ کہ انسان ایک سوشل اینیمل ہے بھی باطل ہوتا نظر آتا ہے"[۱۵]

مستنصر حسین تارڑ نے بہاؤ، راکھ، جولاہا اور ڈاکیا، سنہری الو کا شہر اور پیار کا پہلا شہر جیسے رومانویت بھرے شاہکار لکھے جن میں ایسے ناول بھی ہیں جو سیاسی شعور کو موضوع بناتے ہیں۔ ان کی تخلیقات میں پرندے، موت، جانور اور پانی جیسے علائم بنیادی اہمیت کے حامل ہیں جیسا کہ ان کے حالیہ ناول میں بھی ہرن، کبوتر، چڑیا، طوطے کا ذکر

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 2, (April to June 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-II)urdu-37

ماخذ تحقیقی مجلہ

بار بار ملتا ہے۔یہ مصنف کے شخصی میلان یا خلاقی جوہر کا چوکھا رنگ ہے جو باقی تمام رنگوں پر غالب آکر انکے ذہنی رویے کی عکاسی کرتا ہے۔راقم کا موقف یہ ہے کہ اگرچہ مجموعی طور پر ناول فنی تقاضوں کے لحاظ سے سقم آلود ہے جس میں کہانی کا باہمی انتشار،ذاتی نوٹ کی طرز پر قلم بند کیے گئے مبالغہ آمیز حد تک بیانات،اچانک آزاد نظم کا ورود اور اس پر مستہزاد یہ کہ طویل سلسلہ شعر ، گاہے گاہے مختلف وبائی ناولوں اور فلموں کا اچانک ذکر ، آغاز میں استعاراتی زباں میں شروع ہونے والی تلاش کا بالآخر "حاصل تمام" پر ختم ہو جانا ، امید و رجائیت کا مژدہ جاں فزا سنا جانا ایسے عناصر ہیں جو کہانی کے لطف اور پلاٹ کے ڈھانچے کو متاثر کرتے ہیں۔

یہ کہنا بے جا نہ ہو گا کہ مصنف نے چڑیا کو خشکی تک پہنچانے کے لیے فلموں،ناولوں،ذاتی نوٹوں،چیل ،ہرن اور چھوٹی سی لڑکی کو پارک میں دکھا کر کہانی کے صفحات میں بھرتی کیا ہے۔تاہم موجودہ تناظر کے ساتھ ہم آہنگی،سابقہ عمدہ تحاریر اور مقبولیت کا حالہ،چند عمدہ نوعیت کے سوشل میڈیا پر موجود تبصرے ایسے محرکات ہیں جن کی بناء پر ناول کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا گیا ہے وگرنہ "گھان" اور "وبا کے دنوں میں محبت" جیسے ناولوں کے مقابل اس تخلیق کو وہ درجہ حاصل نہیں ہے جس کی اس سے ان دیکھی توقع وابستہ ہو جاتی ہے یا جو درجہ اسکو دینے کی کوشش کی گئی ہے۔

موجودہ دور میں پبلک انٹر ایکشن (جو کہ سوشل میڈیا کے ذریعے آسان اور سرعت رفتار ہو گیا ہے) کی وجہ سے وہاں صحیح اور غلط کی پہچان اور مستند و غیر مستند کا انتخاب مشکل تر ہو گیا ہے۔حقیقت تک رسائی کے لیے مختلف راستے اور وسائل اپنائے جاتے ہیں۔مختلف آراء کے تجزیے اور تبصروں کے تحلیلی مطالعے کے بعد ایک مستند رائے قائم کرنا خالص علمی شغل اور ذہنی عمل ہے جسکی پختگی کے لیے مسلسل مطالعے اور مشاہدے کی ضرورت ہوتی ہے۔موجودہ دور کی عجلت پسندی،مصروفیت اور ہمہ دانی کے واہمے نے بہت سارے مغالطات عامتہ الورود کو جنم دیا ہے۔جدید ڈیجیٹل تبصرہ نگاری نے کتابوں کے بارے میں معلومات کی دنیا کی حدیں تو وسیع کر دی ہیں تاہم بعض اوقات مبالغے اور مغالطے جنم لے لیتے ہیں اور پھر ان کا مسلسل اظہار اور تکرار قاری کو مایوس بھی کرتا ہے۔کہانی مختلف اوقات میں کی گئی گفتگو کی طرح ہے جسے ملفوظات بقلم خود کہا جائے تو بے جا نہ ہو گا۔احساس کی ایک لہر ہے جو اپنے اظہار کے لیے مطلوبہ لفظی پیکر کو مصنف کے ہاتھوں میں مجبور پاتی ہے۔بعض اوقات تحریر جذبات کے تابع ہو کر فطری انداز میں رواں رہتی ہے اور بعض اوقات جذبات کی شدت اور بیان کی حدت میں تناسب معکوس ہوتا ہے جس کی وجہ سے مجموعی تاثر مجروح ہوتا ہے۔نفسیاتی طور پر دیکھا جائے تو تخلیق کے عمل میں انسانی مزاج کو گہرا

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 2, (April to June 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-II)urdu-37

ماخذ تحقیقی مجلہ

دخل حاصل ہے۔ اگر انسانی مزاج کو بے دخل کر دیا جائے تو تحریر بوالعجبی بن جائے گی۔ مستنصر حسین تارڑ کی تخلیقی نفسیات میں جلوہ ہائے فطرت جگہ جگہ نظر آتے ہیں جن میں پہاڑوں کی بلندی، آبشاروں کا بہاؤ، سمندروں کی گہرائی ،دریا کی روانی، آسمان کی رفتیں، جھیلوں کے کنارے، وادیوں کا تبسم، طائران خوش نوا کے ترانے، بلبل کی صدائیں، کوئل کی کوکو، چڑیوں کے چہچہے ،ہرن کی چوکڑیاں جیسے عناصر شامل ہیں۔ وہ اشجار کے سکوت سے کلام کرتے ہیں۔ موت کے آسیب سے ہم آغوش ہو کر زیر لب مسکراہٹ کو امید گر دانتے ہیں۔ موت کو مسلمہ حقیقت اور فنا ئے شے کو حسن شے اور قدر حسن کہتے ہیں۔

انکے ہاں چیز کی اہمیت فی الحقیقت خوف فنا کے ساتھ وابستہ ہے۔ ہم چیزوں کا خیال اور زندگی کی قدر اسکے ختم ہونے کی وجہ سے کرتے ہیں اگر لمحہ بھر کے لیے بھی تصور کر لیا جائے کہ ہر چیز دائمی طور پر موجود رہے گی تو بے قدری، عدم توجہی اور بے حسی کی فضا جنم لے گی جو بد ذوقی اور بد جمالی کی کیفیت کی حامل ہو گی۔ حسن عارضی، حسن دائمی کے وصال سے لطف اندوز ہونے کی جستجو میں ہی نمود کا خواہاں ہے۔ اسی نظریے اور فکری سانچے میں رکھ کر مستنصر حسین تارڑ نے جزئیات نگاری کے فن سے قدرتی جلووں کو پیش کیا ہے۔ وبا کے دنوں جب انہیں قدرتی نظارگی سے کاٹ کر ایک کمرے کی حدود میں محبوس و محدود کر دیا گیا تو وہ کبھی کبوتروں کو پاوں میں گرا پاتے ہیں، کبھی پارک میں پھرتی بچی کو سلائڈ کے ذریعے لطف اندوز کرنے کی بابت اس کا خوف قربت بیان کرتے اور کہیں ہرن سے کی باتیں انکے ادبی رنگ کی چاشنی بنتی ہیں۔ اس سب کچھ کے باوجود صیغہ متکلم میں کی گئی گفتگو نما تحریر کہین کہیں طبیعت پر جبر کر کے پڑھنی پڑتی ہے۔

پاکستانی ادیبوں میں مسعود اشعر، انتظار حسین اور مستنصر حسین تارڑ ایسے ادیب ہیں جنکی وبائی تحریریں اگر متوازی رکھ کر پڑھی جائیں تو معلوم ہو گا کہ ایک ہی نمونہ ہے یا قالب ہے جس میں رکھ کر ایک خاص تخلیق کردہ کہانی کو پیش کیا جا رہا ہے۔ کہانی میں خالص اچھوتا پن مفقود ہے۔ کسی خاص کردار کا نہ ہونا، کہانی پن میں یکسوئی، ربط اور منطقی ترتیب کا نہ ہونا، کہانی میں کسی غیر متوقع حادثے یا کسی انہونی بات کا نہ ہونا، جذبات میں مصنوعی شدت لانے کی عمومی کوشش کرنا اور اپنے انفرادی لمحات کی کیفیات کو مختلف طبائع پر مسلط کرنا جیسے عناصر نے ناول کے اقتضا کو بری طرح پامال کیا ہے تاہم عصری رجحان کی پیداوار ہے اور ایک طویل ادبی کیریئر کے ساتھ شہرت کا بلند مقام ایسے اسباب ہیں جنکی بناء پر ناول اپنا ادبی مقام اور تخلیقی بیانیہ رکھتا ہے۔ جب بھی وبا کے موسم میں تنہائیوں کے

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 2, (April to June 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-II)urdu-37

ماخذ تحقیقی مجلہ

خارا گیں گے جن کی وجہ سے شہر اور کوچے خالی ہوں گے تب 'شہر خالی کوچہ خالی' اپنی معنویت اجاگر کرتا رہے گا اور آئندہ چل کر وبائی ادب تخلیق کرنے والوں کے لیے بنیاد کا کام دیتا رہے گا۔

حوالہ جات

۱۔اے رحمان، کورونا کے بعد نئی دنیا(مشمولہ،ذوق،وبانمبر،اپریل ۲۰۲۱ء،اٹک،پاکستان)ص ۵۲

۲۔ سحاق وردگ،ڈاکٹر، وبا کے دنوں میں دبستان پشاور کا تخلیقی بیانیہ-ایک تاثر www.khyalnamah.com (Access date 13.11.21)

۳۔اسحاق وردگ،ڈاکٹر،وبا کے دنوں میں دبستان پشاور کا تخلیقی بیانیہ-ایک تاثر، www.khyalnamah.com access 13.11.21)

۴۔ مستنصر حسین تارڑ، شہر خالی کوچہ خالی(لاہور،سنگ میل پبلی کیشنز،۲۰۲۰)ص ۱۰

۵۔ محمد ناظم ندوی، تمہید، کورونا وائرس، عالمی وبا اور مسلمان (سہارن پور، صفہ اکیڈمی مانک مئو، مئی ۲۰۲۰ء،)ص ۷

۶۔ مستنصر حسین تارڑ، شہر خالی، کوچہ خالی(لاہور،سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۲۰ء)ص ۲۹

۷۔ سلیم اختر،ڈاکٹر،"تنقیدی دبستان"(لاہور،سنگ میل پبلیکیشنز، ۱۹۹۲ء)ص ۱۱۱

۸۔نازیہ یونس،ڈاکٹر، مستنصر حسین تارڑ کے ناول 'شہر خالی، کوچہ خالی' کا سماجی و نفسیاتی تجزیہ (مشمولہ،ماخذ تحقیقی مجلہ، شمارہ ۳، ستمبر،ء۲۰۲۱ء)ص ۱۰۴

۹۔ محمود قریشی،غالب کی انفرادیت، کرونا پس منظر میں(مشمولہ،ماخذ تحقیقی مجلہ،یو-پی،انڈیا)ص ۱۶

۱۰۔ مستنصر حسین تارڑ، شہر خالی، کوچہ خالی،(لاہور،سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۲۰ء)ص ۴۳

۱۱۔ حسن منظر،ڈاکٹر،وبا،(ایک بیانیہ)(شہر زاد پرنٹرز، کراچی، ۲۰۰۹ء)ص ۱۴

۱۲۔ مستنصر حسین تارڑ، شہر خالی، کوچہ خالی(لاہور،سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۲۰ء)ص ۲۱۶

۱۳۔ ایضاً ص ۷۹

۱۴۔ذوالفقار علی، مستنصر حسین تارڑ کی سفر نامہ نگاری میں افسانوی عناصر، مشمولہ، بشتماہی بازیافت، شمارہ ۲۶ (جنوری تا جون ۲۰۱۵ء)،اورنٹیئل کالج،پنجاب یونیورسٹی،لاہور ص ۲۷۴

۱۵۔ مستنصر حسین تارڑ، شہر خالی، کوچہ خالی، سنگ میل پبلی کیشنز،لاہور، ۲۰۲۰ء، ص ۹۳